Batch 51 (online) محمد افصح حسان

اسلامیات

سوال نمبر 3

جواب

1. تعارف

"کوئی بھی نظامِ عدل کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا"

حضرت عمرؓ

اسلام کا سیاسی نظام حضرت عمرؓ کے اس قول کی پیروی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ مغربی جمہوریت جان لاک کے فلسفے پر قائم ہے جو کہ انفرادیت کو ترجیح دیتے ہوئے معاشرتی فلاح و بہبود کو نظرانداز کر دیتا ہے۔ اسی طرح مطلق العنان سیاست کے برعکس اسلامی سیاسی نظام سیاسی معاملات کو مشورے سے چلانے کو ترجیح دیتا ہے۔ قرآن و حدیث میں متعدد بار حکمرانوں کو عدل کا حکم دیا گیا ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر، انسانی مساوات اور حقِ رائے دہی جیسے اسلامی سیاسی اصول ایک منصفانہ معاشرے کی بنیاد بنتے ہیں۔

2. اسلامی سیاست اور معاشرتی انصاف

اسلامی سیاست کی بنیاد

چند رہنما اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ اگر ان اصولوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ ایک منصفانہ معاشرے کے قیام کا پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں۔

1۔ حکم اور خود مختیاری صرف اللہ تعالیٰ سے منسوب ہے

"حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے"

القرآن

اس آیت مبارکہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خود مختیاری صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس طرح کوئی بھی انسان اپنی من مانی کرتے ہوئے کسی کا حق سلب نہیں کر سکتا۔ یورپ میں صدیوں تک چرچ کے نام پر پادریوں کے ذریعے بادشاہوں نے اپنی من مانی کرتے ہوئے عوام پر ظلم کیا اور اپنی حکومت کو ہر جائز اور ناجائز طریقے سے مضبوط کیا۔ اس کے برعکس اسلام کا سیاسی نظام اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ انسانی حقوق کا تحفظ کرتا ہے اور ایک منصفانہ معاشرے کو قائم کرتا ہے۔

2۔ حکمران اللہ کا خلیفہ اور اس کے مقرر کردہ قوانین کا پابند ہے

حکمرانی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک امانت ہے۔ اور اسکا استعمال اللہ

تعالیٰ کی جانب سے مقرر کردہ اصول و ضوابط کے مطابق ہی کیا جا سکتا ہے۔ ابن خلدون کی اسلامی سیاست کی تعریف اسی بات کی جانب اشارہ کرتی ہے۔

"سیاست لوگوں کی ضروریات کی کفالت کرنا اور اللہ کے بندوں میں اللہ کے احکام کی تنفیذ کے لیے اللہ کی خلافت ہے"

ابن خلدون

یہی وجہ ہے کہ جب حکمران اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کردہ انسانی معاشرتی حقوق کی حفاظت کرتے ہیں تو ایک منصفانہ معاشرے کا قیام عمل میں آتا ہے۔

3۔ اللہ تعالیٰ حکمرانوں کو عدل و انصاف کی تلقین کرتا ہے۔

کسی بھی منصفانہ معاشرے کے قیام کے لیے یہ بات لازم و ملزوم ہے کہ حکمران طبقہ عدل و انصاف سے کام لے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں حکمرانوں کو عدل و انصاف کی تلقین کی گئی ہے۔

"اے داود، بلاشبہ ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ مقرر کیا ہے۔ پس آپ لوگوں کے درمیان سچائی سے فیصلہ کیجئے اور نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے"

القرآن

جب حکمران اپنی نفسانی خواہشات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اصول و ضوابط کی پیروی کرتے ہیں تو ایک منصفانہ معاشرے کا قیام عمل میں آتا ہے۔

4۔ قانون کی بالادستی کا اسلامی اصول منصفانہ معاشرے کے قیام کا باعث بنتا ہے۔

اسلامی سیاسی نظام کا ایک بنیادی اصول قانون کی بالادستی ہے جہاں فرانس جیسی ریاستوں میں انتظامیہ کے لیے الگ قوانین ہوتے ہیں۔ اسلام معاشرے کے ہر طبقے کے لیے یکساں قوانین کا نفاذ کرواتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کا قول ہے۔

"تم سے پہلے قومیں اس لیے تباہ ہو گئیں کہ ان میں سے کوئی بڑا جرم کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور چھوٹا جرم کرتا تو اسے سزا دیتے"

حدیث مبارکہ

یہی اصول اسلام کے حکمران طبقے پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ جب حضرت عمر رض ایک مدعی کی حیثیت سے عدالت میں پیش ہوئے تو خلیفہ وقت ہونے کی وجہ سے قاضی نے انہیں تعظیم دی۔ جس پر حضرت عمر رض نے خفا ہوتے ہوئے فرمایا

"یہ تم نے ظلم کیا ہے"

حضرت عمر رض

جب حکمران طبقہ قانون کا
احترام کرتا ہے تو وہ ایسے اقدامات اٹھانے سے گریز
کرتا ہے جو اس کی سرزنش کا باعث بنیں اور ایک
منصفانہ معاشرے کا قیام عمل میں آتا ہے۔

5- آزادیِ رائے کا اسلامی سیاسی حق منصفانہ معاشرے کے قیام کی وجہ بنتا ہے۔

اسلام عام عوام کو حکمران
سے سوال کرنے اور اس کا محاسبہ کرنے کا حق
ادا کرتا ہے۔ اس لیئے ارشاد ہوتا ہے۔

"ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق
کہنا جہاد ہے"

حدیث مبارکہ

جب لوگ حاکم کا محاسبہ
کرنے کا حق رکھتے ہیں تو وہ ایسے اقدامات اٹھانے
سے گریز کرتا ہے جو کہ لوگوں کے حقوق کو سلب
کریں۔ جس سے معاشرے میں انصاف
قائم ہوتا ہے۔

6. امر بالمعروف ونہی عن المنکر منصفانہ معاشرے کی ضمانت بنتا ہے۔

اسلام حکمران طبقے کو کے

معاشرے میں ہونے والی برائیوں کو روکنے اور نیکی کو پھیلانے کا کام سپرد کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار بخشیں تو یہ نماز قائم کریں گے اور زکوۃ ادا کریں گے اور نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے"

القرآن

جب حکمران طبقہ نیکی کو پھیلاتا ہے اور سخت قوانین کے ذریعے برائیوں کو روکتا ہے تو معاشرے کے افراد کو ان کا منصفانہ حق ملتا ہے۔

7- معاشرے کے نادار طبقے کی ذمہ داری خلیفہ وقت پر ہوتی ہے۔

معاشرے کا سب سے نادار طبقہ جن میں بیوائیں، یتیم، بزرگ اور فقرا شامل ہیں اسلام میں اس وقت ~~امیر~~ کے خلیفہ کی ذمہ داری ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمرؓ رات کو بھیس بدل کر عوام کے مسائل کا جائزہ لیا کرتے تھے۔ ضعیف لوگوں کے لیے سرکاری خزانے سے پینشن مقرر تھی۔ یہی پینشن بیواؤں کے لیے بھی تھی۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے

"اگر دجلہ کے کنارے ایک کتا بھی پیاسا مر گیا تو اس کا حساب عمرؓ سے لیا جائے گا"

حضرت عمرؓ

ایک منصفانہ معاشرے کے قیام کے لئے سب سے اہم اس معاشرے کے کمزور طبقے کا تحفظ ہے۔ اسلامی سیاسی نظام میں ریاست اس طبقے کی محافظ بن جاتی ہے اور ایک منصفانہ معاشرے کا قیام عمل میں آتا ہے۔

3- حرفِ آخر

اسلام کا سیاسی نظام اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اخلاقیاتی اصولوں پر مبنی ہے۔ یہ نظام قانون کی بالادستی، حکمرانوں کے محاسبہ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور عدل و انصاف جیسے سنہرے اصولوں پر قائم ہے۔ یہ اصول اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ معاشرے کے تمام افراد کو ان کے حقوق ملیں اور ایک منصفانہ معاشرہ قائم ہو۔

سوال نمبر 5

اسلام میں عورتوں کے حقوق اور انکی عزت و عظمت

1- تعارف

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو
جس نے تمھیں ایک جان
سے پیدا کیا۔"

القرآن

اسلام مردوں اور عورتوں کو مساوی حقوق ادا کرتا ہے۔ اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو ایک ادنیٰ شہری کے حقوق بھی نہ حاصل تھے اور بیٹیوں کو پیدا ہونے کے فوراً بعد زندہ دفن کرنے کا رواج عام تھا۔ قدیم یونان جسے مغربی ثقافت کا منبع سمجھا جاتا ہے ارسطو کی تعلیمات کا قائل تھا جو عورتوں کو یونان کی ریاست کا شہری ہونے کا حق بھی ادا نہیں کرتا تھا۔ عیسائیت میں آدم اور حوا کے واقعے میں مجرم ہوا کو ٹھہرایا گیا جبکہ ہندومت مستی جیسی رسومات کے ذریعے عورت پر ظلم کرتی رہی ہے۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے عورت کو وہ تمام حقوق عطا کیے جن سے دنیا کی مختلف تہذیبوں اور مذاہب نے انہیں محروم کیا اور انہیں وہ عزت و عظمت بخشی جس کی وہ ذمہ دار تھیں۔

2- اسلام میں عورتوں کے حقوق اور انکی عزت و عظمت

1. جان کا حق

اسلام کی آمد سے قبل زمانہ جاہلیت میں عرب بیٹیوں کو زندہ زمین میں

دفن کردیا کرتے تھے. اسلام نے اس روایت کی کڑی تنقید کی. قرآن مجید میں اس بات کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا.

"اور زندہ دفن کی گئی لڑکی سے
پوچھا جائے گا کہ اس کا کیا جرم تھا"

القرآن

اسلام نے بیٹیوں کو قتل کرنے کی سختی سے ممانعت کی. اور بیٹیوں کی اچھی پرورش کرنے کا حکم دیا. اس بات کا اندازہ حضرت محمدؐ کی اس حدیث مبارکہ سے لگایا جا سکتا ہے.

"جس شخص نے دو لڑکیوں کی بالغ ہونے
تک پرورش کی وہ اور میں قیامت میں
اس طرح ساتھ ہوں گے جس طرح یہ
دو انگلیاں"

حدیث مبارکہ

یہ کہتے ہوئے حضرت محمدؐ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا دیا. ان آیات اور احادیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے جان کا حق عطا کر کے عورت کو عزت و عظمت بخشی.

2- مال کا حق

اسلام کی آمد سے قبل عورت کو مال اور جائیداد کی ملکیت کا حق نہ تھا. بلکہ عورت کو ہی مرد کی ملکیت سمجھا جاتا تھا. یہ رواج یہودیت میں بھی پایا جاتا تھا جہاں مرد کی موجودگی میں

عورت اپنے حق وراثت سے ہاتھ دھو بیٹھتی تھی. اسلام نے عورت کو ذاتی جائیداد رکھنے کا حق دیا. قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے

"مردوں کے لیے اس میں حصہ ہے جسے
چھوڑ مریں انکے ماں باپ اور قریبی
رشتہ دار اور عورتوں کے لیے اس میں
حصہ ہے جسے چھوڑ مریں انکے ماں باپ
اور قریبی رشتہ دار"

القرآن

اسلام نے عورت کو مرد کے مساوی سمجھتے ہوئے ذاتی ملکیت کا حق عطاء کیا. یہ وہ حق تھا جسکی ماضی میں کوئی مثال نہ ملتی تھی. ملن اسلام نے عورت کو یہ حق ادا کر کے اسکی عزت و عظمت کو چار چاند لگا دیئے.

3. عزت کا حق

اسلام کی آمد سے قبل عورت کو باعث شرمندگی سمجھا جاتا تھا. اپنی "عزت" کی حفاظت کے لیے انہیں پیدا ہوتے ہی دفن کر دیا جاتا. مغرب میں عورتوں کی آزادی کے نام پر انہیں گلیوں بازاروں میں تشہیری مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے. می ٹو جیسی تحریکیں عورت کے جنسی استحصال کو سامنے لے کر آ رہی ہیں. اسکے برعکس اسلام نے عورت کو ایک مقدس اور باعزت مقام عطاء کیا. قرآن مجید میں مردوں کو حکم دیا گیا.

"اور مردوں کے لیے بہتر ہے کہ وہ اپنی آنکھیں
جھکا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت
کریں"

القرآن

ان اسلامی تعلیمات سے ایک
ایسا معاشرہ قیام پذیر آتا ہے جہاں عورتیں اپنے آپ
کو محفوظ تصور کرتی ہیں. لہٰذا عورتوں کو عزت و مرتبہ
عطاء کر کے اسلام نے انکی عظمت میں اضافہ کیا.

5- عورتوں کے سیاسی حقوق

اہل مغرب عورتوں کے حقوق
کا علمبردار ہونے کا دعوہ کرتے ہیں. لیکن تاریخ
کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ میں عورتوں
کو 1920ء تک ووٹ ڈالنے تک کا حق نہیں تھا. جبکہ
سوئیٹزرلینڈ نے فقط 50 برس قبل عورتوں
کو ووٹ دینے کا حق عطاء کیا- اسلام نے، اس کے برعکس،
آج سے تقریباً 1400 برس قبل عورتوں کو حق رائے دہی
عطا کیا.

حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف
کو الیکشن کمشن بنا کر گھر گھر جا کر
خواتین کی رائے جاننے کا حکم دیا. اس الیکشن
کے نتیجے میں حضرت عثمانؓ کو خلافت
نصیب ہوئی

عورتوں کو سیاسی مشیر کے
طور پر بھی عمل کرتے دیکھا گیا. اسکی مثال صلح حدیبیہ
کے موقع پر ملتی ہے جب حضرت ام سلمی نے حضرت محمدؐ
کو صلح حدیبیہ کی سخت شرائط کے نتیجے میں مسلمانوں
میں پھیلنے والی مایوسی کو ختم کرنے کی تدبیر بتائی

سیاسی معاملات میں عورتوں
کو مردوں کے برابر حقوق ادا کر کے اسلام نے خواتین
کو عظمت کی نئی بلندیوں تک پہنچا دیا.

CS CamScanner

6۔ تعلیم کا حق

جہاں یورپ اور امریکہ میں بیسویں صدی عیسوی تک خواتین کو تعلیم کے حصول کے حق کے لیے باقاعدہ تحریکیں چلانا پڑیں، وہاں اسلام نے آغاز سے ہی خواتین کو تعلیم کے حصول کا حق دیا۔ ارشاد ہوتا ہے،

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے"

اس طرح تعلیم کے حصول کا حق دے کر اسلام نے خواتین کے وقار اور عظمت میں اضافہ کیا۔

7 - انتظامی امور سرانجام دینے کا حق اور کاروبار کا حق

اسلام نے خواتین کو تمام شعبہ ہائے زندگی میں باعزت طریقے سے روزی کمانے کا حق دیا ہے۔ مغرب میں جس وقت عورت کو کم عقل جنس کا درجہ حاصل تھا، اسلام میں حضرت عمرؓ کے دور میں حضرت شفاء بنت عبداللہ اور حضرت شریفہؓ عامل اور قاضی کے فرائض سرانجام دے رہی تھیں۔ حضرت خدیجہ جو کہ ام المومنین ہیں، تجارت کے پیشے سے وابستہ تھیں۔ لہٰذا اسلام نے عورت کو باعزت روزی کمانے کا حق دے کر اسکی عزت و عظمت میں اضافہ کیا۔

۸- بحیثیت ماں عورت کی عزت

عظمت

اسلام نے ماؤں کی عزت کو جنت تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

"ماؤں کے قدموں تلے جنت ہے"

جب حضرت محمدؐ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے تو ارشاد فرمایا

"تیری ماں"

بحیثیت ماں عورت کو نہایت قابل احترام درجہ عطا کر کے اسلام نے عورت کو جو عزت و عظمت عطا کی اس کی مثال پوری دنیا میں کوئی اور نہیں ملتی۔

۹- بحیثیت بیوی عورت کے حقوق

اسلام کی آمد سے قبل اور مغرب میں پچھلی صدی کے وسط تک بیوی کی حیثیت سے عورت کو فقط مرد کی ایماء پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ اسلام نے نا صرف عورت کے حقوق مقرر کیے بلکہ اپنی بیوی سے حسن سلوک کو بڑھائی کا پیمانہ بنایا۔ حضرت محمدؐ کا ارشاد ہے۔

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ بہتر ہے"

حضرت محمدؐ

بیوی کی حیثیت سے بلند مرتبہ عطا کر کے اسلام نے خواتین کی عظمت کو چار چاند لگائے۔

3- حرفِ آخر

خواتین کے حقوق اسلام میں بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ اسلام اس بات کی اہمیت سے بخوبی واقف ہے کہ معاشرے کے نصف حصے کو کام استعمال کیے بغیر معاشرتی ترقی ہرگز ممکن نہیں ہے۔ جہاں باقی مذاہب اور ثقافتوں کو عقل و شعور کی منازل طے کرنے میں ہزاروں سال لگ گئے اور اس عمل میں اربوں عورتوں کے حقوق پامال ہوئے وہاں اسلام نے آغاز سے عورت کو وہ عزت و عظمت عطا کی جس کی وہ حق دار ہے۔

سوال نمبر 1

عقیدہ توحید اور اسکی اہمیت

1- تعارف

توحید کے لغوی معنی ہیں "ایک ہونا" "یکتا ہونا"۔ اصطلاحی معنی میں اللہ تعالیٰ کو اسکی ذات، صفات اور عبادات میں ایک جاننا

ہیں۔ اس سلسلے میں کلمہ طیبہ کو اسلام میں داخل ہونے کی ضروری شرط قرار دیا گیا ہے۔

"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں"

نظریہ توحید اسلام میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ عقیدۂ توحید پر یقین رکھنے سے انسان میں عجز و انکسار، بردباری، صبر و توکل، اطمینانِ قلب جیسی خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں۔ جبکہ اجتماعی سطح پر معاشرتی بھائی چارے، امن و استحکام اور امتِ مسلمہ کے مرتبے میں اضافہ ہوتا ہے۔

2- عقیدۂ توحید کی اقسام

عقیدہ توحید کی تین اقسام ہیں

1- توحید فی الذات

توحید فی الذات اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسی کوئی اور ذات نہیں۔ سورت اخلاص میں ارشاد ہوتا ہے۔

"قل ھو اللہ احد اللہ الصمد"

ترجمہ: "کہو کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ سب سے بے نیاز ہے"

2- توحید فی الصفات

توحید کی دوسری قسم اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات میں وحدت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات جیسے کہ رحیم، کریم ہونا۔ ان کا مقابلہ انسانی صفات جن میں رحیم، کریم ہونا شامل ہیں، سے نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

"لیس کمثلہ شی"

ترجمہ: "اس کی مثل کی کوئی شے نہیں ہے"

3- توحید فی العبادات

عقیدہ توحید کا اہم جزو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کی جائے۔ سورت فاتحہ میں بیان ہوتا ہے۔

"ایاک نعبد وایاک نستعین"

ترجمہ: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

3- قرآن مجید کی روشنی میں عقیدہ

توحید

عقیدہ توحید کی اہمیت کا اندازہ

اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں 12 مقامات پر یہ ارشاد فرمایا گیا

"لا الہ الا اللہ"

جبکہ 30 مقامات پر یہ ارشاد ہوا

"لا الہ الا ھو"

قرآن مجید میں عقلی دلائل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی وحدت کو ثابت کیا گیا ہے۔

"اگر زمین اور آسمان میں اللہ تعالیٰ کے سواء اور دوسرے خدا بھی ہوتے تو ضرور ان دونوں کا نظام بگڑ جاتا"

القرآن

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوا

"اور کوئی دوسرا خدا اس کے ساتھ نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہو جاتا اور پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے"

القرآن

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کے بیان سے مالا مال ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

"ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے بسوائے اسکی ذات کے"

القرآن

4- احادیثِ نبوی اور عقیدۂ توحید

حضرت محمدؐ نے متعدد مواقعوں پر اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کی فضیلت بیان کی ہے۔ حضرت محمدؐ کا ارشاد ہے۔

"جو شخص اللہ کی رضا کے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کے عذاب کو حرام کر دیتا ہے۔"

حدیثِ مبارکہ

اسی طرح ایک موقع پر حضرت محمدؐ نے فرمایا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

"اے بنی آدم! اگر تو میرے پاس گناہوں سے بھری پوری زمین بھر کر لے آئے لیکن اس میں شرک نہ ہو تو میں اسی مقدار میں بخشش کی بارش کر دوں گا"

حدیثِ مبارکہ

5- عقیدہ توحید کے انفرادی زندگی پر اثرات

صرف اللہ کو معبود ماننا اور کسی اور کو اسکے ساتھ شریک نہ ٹھہرانے کے انسان کی انفرادی زندگی پر بے شمار مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

1- شجاعت واستقامت

جب انسان کا اس بات پر یقین ہوتا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہر چیز پر قادر ہے تو اسے باقی کسی شے یا شخص کا خوف نہیں رہتا۔ اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنے سے انسان میں شجاعت پیدا ہوتی ہے۔ بقول شاعر

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

2- اعلیٰ نصب العین اور اخلاقیات

ایک مسلمان اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ صرف اللہ ہی کی ذات ہے جسے متاثر کرنا مقصد رکھتا ہے۔ وہ دنیا کے عارضی نفع کے لیے ناجائز کام نہیں کرتا بلکہ اپنے اندر ایسی خصوصیات پیدا کرتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ بقول شاعر

قہاری و جباری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

3- رجائیت

جب انسان کا اس بات پر پختہ یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جو مشکلات کو حل کرتی ہے۔ وہ تہِ دل سے خدا سے مدد مانگتا ہے اور پُر امید رہتا ہے کہ جہاں دنیاوی لوگ اس کے لیے مشکلات پیدا کر رہے ہیں، اسکا رب ان کو حل کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ اسی

قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

"تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ"

القرآن

5۔ شرک سے بےزاری

اللہ کی وحدت پر پختہ یقین کرنے سے انسان شرک سے محفوظ رہتا ہے۔ شرک ایک ایسا گناہ ہے جس سے انسان کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

"شرک سے بچو ورنہ تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے"

القرآن۔

6۔ توحید کے اجتماعی زندگی پر اثرات

عقیدہ توحید کا انسانی معاشرے پر اجتماعی مثبت اثر مندرجہ ذیل صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔

1۔ مساوی معاشرے کا قیام

جب ایک معاشرے کے تمام افراد اللہ تعالیٰ کی واحدانیت پر یقین رکھتے ہیں تو

اس بات کو تسلیم کر دیتے ہوتے ہیں کہ ان کا خدا ایک ہے اور وہ سب ایک ہی وسیلے سے اس دنیا میں آئے ہیں لہذا سب کے سب برابر ہیں۔ انسانی مساوات کا یہ سبق ایک پرامن معاشرے کے قیام کا باعث بنتا ہے۔ حضرت محمدؐ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا

"کسی عربی کو کسی عجمی اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے"

حضرت محمدؐ

انسانی مساوات کی یہ تعلیم توحید کے نظریہ کے ذریعے اسلامی معاشرے میں عملی شکل اختیار کرتی ہے۔

2- اخوت و بھائی چارہ

نظریہ توحید اسلامی معاشرے میں بھائی چارے کو فروغ دیتا ہے۔ جب سب مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہو کہ ان کا مالک ایک ہے جو یہ مشترک عقیدہ اسکے ماننے والوں کے بیچ میں اخوت و بھائی چارے کی فضا پیدا کرتا ہے۔ بقول شاعر

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

3- پرامن معاشرے کا قیام

جب اللہ کے ماننے والے کسی ایسے کام کی جانب رخ کرتے ہیں جو اللہ کی مخلوق

کو دکھ پہنچانے کا باعث بنے تو اس بات کا احساس
انہیں کسی بھی قسم کا برا قدم اٹھانے سے روک لیتا
ہے کہ بروز قیامت انہوں نے اللہ تعالیٰ کو جواب
دہ ہونا ہے۔ لہٰذا وہ ایسے کاموں سے پرہیز کرتے
ہیں جن سے معاشرے میں انتشار پھیلتا ہے۔ نتیجتاً
ایک پرامن معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ حضرت محمدؐ نے
اسی لیے ارشاد فرمایا کہ

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک
مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے
ہاتھ اور زبان سے اس کے دوسرے مسلمان
بھائی محفوظ نہ ہوں"

7- حاصلِ کلام

عقیدہ توحید اسلام میں
داخل ہونے کی بنیادی شرط ہے۔ دینِ اسلام کا پورا
نظام اللہ تعالیٰ کی واحدنیت پر قائم ہے۔ اللہ
تعالیٰ کو اسکی ذات، صفات اور عبادات میں یکتا
جان کر ہی اسلام کی روح کو سمجھا جا سکتا ہے۔ عقیدہ
توحید پر پختہ یقین انسان میں بہادری، قلبِ سکون
رجائیت جیسی اعلیٰ اقدار پیدا کرتا ہے، جبکہ اجتماعی
سطح پر ایک منظم، مساوی اور پرامن معاشرے
کا قیام عمل میں آتا ہے۔